۵۴ - ایضاً

اے عیش و طرب! تو نے جہاں راج کیا
سلطاں کو گدا ، غنی کو محتاج کیا
ویراں کیا تو نے نینوا اور بابل
بغداد کو ، قرطبہ کو تاراج کیا

۵۵ - غیبت

رونق ہے ہر اک بزم کی اب غیبت میں
بدگوئی خلق ہے ہر اک صحبت میں
اوروں کی برائی ہی پہ ہے فخر وہاں
خوبی کوئی باقی نہیں جس اُمت میں

۵۶ - عشق

اے عشق! کیا تو نے گھرانوں کو تباہ
پیروں کو خرف[1] اور جوانوں کو تباہ
دیکھا ہے سدا سلامتی میں تیری[2]
قوموں کو ذلیل ، خاندانوں کو تباہ

۵۷ - سبب زوال سلطنت

دیکھو جس سلطنت کی حالت درہم
سمجھو کہ وہاں ہے کوئی 'برکت کا قدم'
یا تو کوئی 'بیگم' ہے مشیر دولت
یا ہے کوئی 'مولوی' وزیر اعظم

---

۱ - سترا بہترا : مخبوط الحواس ۔

۲ - دیوان حالی ، طبع سوم (صفحہ ۱۱۵) اور رباعیات حالی (صفحہ ۶۱) میں یہ مصرع یوں درج ہے : دیکھا سدا سلامتی میں تیری لیکن ظاہر ہے کہ اس صورت میں مصرعے کا وزن پورا نہیں ہوتا۔(مرتب)

۵۸ - دین و دنیا کا رشتہ

دنیا کو دیے دین نے اسرار و حکم
دنیا نے کمر دین کی تھامی جس دم
گر دین کی ممنون بہت ہے دنیا
دنیا کے بھی احسان نہیں دین پہ کم

۵۹ - آزادگان راستباز کی تکفیر

یاروں میں نہ پایا جب کوئی عیب وگناہ
کافر کہا واعظ نے انھیں اور گمراہ
جھوٹے کو نہیں ملتی شہادت جس وقت
لاتا ہے خدا کو اپنے دعوے پہ گواہ

۶۰ - بے پروائی و بے غیرتی

اسباب پہ گر نظم جہاں کا ہے مدار
اس قوم کا جیتنا ہے حالی دشوار
عزت کی نہیں ہے جس کو ہرگز پروا
ذلت سے نہیں ہے جس کو ہرگز کچھ عار

۶۱ - عفو باوجود قدرت انتقام

موسیٰ نے یہ کی عرض کہ اے بار خدا
مقبول ترا کون ہے بندوں میں سوا
ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہے
جو لے سکے اور نہ لے بدی کا بدلا

۶۲ - سختی کا جواب نرمی سے

فتنے کو فرو کیجے بہ ضبط و تمکیں[1]
زہر اُگلے کوئی تو کیجے باتیں شیریں

---

۱ - یہ مصرع رباعیات حالی (صفحہ ۶۷) سے ترمیم شدہ صورت میں نقل کیا گیا ہے ۔ دیوان حالی (طبع اول ۔ صفحہ ۱۴۴) میں یوں درج ہے :
فتنے کو جہاں تلک ہو دیجے تسکیں ۔ (مرتب)

غصہ غصے کو اور بھڑکاتا ہے
اس عارضے کا علاج بالمثل نہیں

٦٣ - ہمت

تیمور نے اک مورچہ زیر دیوار
دیکھا کہ چڑھا دانے کو لے کر سو بار
آخر سر بام لے کے پہنچا تو کہا
مشکل نہیں کوئی پیش ہمت دشوار

٦٤ - کم ہمتی

جبریّہ و قدریّہ کی بحث و تکرار
دیکھا تو نہ تھا کچھ اس کا مذہب پہ مدار
جو کم ہمت تھے ہو گئے وہ مجبور
جو با ہمت تھے بن گئے وہ مختار

٦٥ - پشیمانی

انجام ہے جو کفر کی طغیانی کا
ثمرہ ہے وہی غفلت و نادانی کا
لذت سے ندامتوں کی جانا ہم نے
دوزخ بھی ہے اک نام پشیمانی کا

٦٦ - تاسف بر وفات نواب ضیاءالدین احمدخان مرحوم نیرّ تخلص دھلوی

قمری ہے نہ طاؤس نہ کبک طناز
آتے ہی خزاں کے کر گئے سب پرواز
تھی باغ کی یادگار اک بلبل زار
سو اس کی بھی کل سے نہیں آتی آواز

٦٧ - ایضاً

غالب ہے نہ شیفتہ نہ نیر باقی
وحشت ہے نہ سالک ہے نہ انور باقی[1]
حالی اب اسی کو بزم یاراں سمجھو
یاروں کے جو کچھ داغ ہیں دل پر باقی

٦٨ - محنت

محنت ہی کے پھل ہیں یاں ہر اک دامن میں
محنت ہی کی برکتیں ہیں ہر خرمن میں
موسیٰ کو ملی نہ قوم کی چوپانی
جب تک نہ چرائیں بکریاں مدین میں

٦٩ - گدائی کی ترغیب

اک مرد توانا کو جو سائل پایا
کی میں نے ملامت اور بہت شرمایا
بولا کہ ہے اس کا اُن کی گردن پہ وبال
دے دے کے جنھوں نے مانگنا سکھلایا

٧٠ - تکفیر اہل اسلام

کہنا فقہا کا مومنوں کو بے دیں
سنتے سنتے یہ ہو گیا ہم کو یقیں
مومن سے ضرور ہوگا مرقد میں سوال
تکفیر بھی کی تھی فقہا نے کہ نہیں ؟

---

١ - یہ اُن شعرائے دہلی کے نام ہیں جن کے ساتھ راقم کو ربط و اختصاص رہا ہے، عام اس سے کہ وہ مشہور و نام ور ہوں یا نہ ہوں۔ (حالی)

۷۱ - ترکِ عاشقانہ گوئی

کچھ قوم کی ہم سے سوگواری سن لو
کچھ چشمِ جہاں میں اپنی خواری سن لو
افسانۂ قیس و کوہ کن یاد نہیں
چاہو تو کتھا ہم سے ہماری سن لو

۷۲ - تنزلِ اہلِ اسلام

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ اُبھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

۷۳ - اول کوشش اور بعد دعا

کوشش میں ہے شرط ابتدا انساں سے
پھر چاہیے مانگنی مدد یزداں سے
جب تک کہ نہ کام دست و بازو سے لیا
پائی نہ نجات نوح نے طوفاں سے

۷۴ - کام کرنا جان کے ساتھ ہے

ہے جان کے ساتھ کام انساں کے لیے
بنتی نہیں زندگی میں بے کام کیے
جیتے ہو تو کچھ کیجیے زندوں کی طرح
مُردوں کی طرح جیے تو کیا خاک جیے

۷۵ - جھوٹی نمائش

ہیں جھوٹ کے سچ میں سب سمونے والے
بننے والوں سے کم ہیں ہونے والے
گھڑیاں رہتی ہیں جن کی جیبوں میں مدام
اکثر ہیں وہی وقت کے کھونے والے

۷۶ - چند عیب بہت سی خوبیوں کو نہیں مٹا سکتے

موجود ہنر ہوں ذات میں جس کی ہزار
بدظنی نہ ہو عیب اس میں اگر ہوں دوچار
طاؤس کے پائے زشت پر کر کے نظر
کر حسن و جمال کا نہ اس کے انکار

۷۷ - سکوتِ درویشِ جاہل

مصروف جو یوں وظیفہ خوانی میں ہیں آپ
خیر اپنی سمجھتے بے زبانی میں ہیں آپ
بولیں کچھ منہ سے یا نہ بولیں حضرت
معلوم ہے ہم کو جتنے پانی میں ہیں آپ

۷۸ - ملحدوں کا طعن مسلمانوں پر

کہتا تھا کل اک منکرِ قرآن و خبر
کیا لیں گے یہ اہلِ قبلہ باہم لڑ کر
کچھ دم ہے تو میدان میں آئیں ورنہ
کتّا بھی ہے شیر اپنی گلی کے اندر

۷۹ - دھری کا الزام گور پرست پر

اک گور پرست نے یہ دہری سے کہا
ہوگا نہ شقی کوئی جہاں میں تجھ سا
دہری نے کہا کہ کیا خدا کا منکر
اس سے بھی گیا جس کے ہزاروں ہوں خدا[1]

۸۰ - دانا کا حال نادانوں میں

کیا فرق ، ساعت نہ ہو جب کانوں میں
دانائی کی باتوں میں اور افسانوں میں

---

۱ - یہ مصرع بھی رباعیات حالی (صفحہ ۸۴) میں ترمیم شدہ ہے - دیوان حالی (طبع اول - صفحہ ۱۴۷) میں یوں درج ہے :
اُس سے بھی گیا کہ جس کے لاکھوں ہوں خدا - (مرتب)

غربت میں ہے اجنبی مسافر جس طرح
دانا کا یہی حال ہے نادانوں میں

۸۱ - رفارم کی حد

دھونے کی ہے ، اے رفارمر! جا باقی
کپڑے پہ ہے جب تلک کہ دھبّا باقی
دھو شوق سے دھبے کو پہ اتنا نہ رگڑ
دھبا رہے کپڑے پہ نہ کپڑا باقی

۸۲ - اپنی تعریف سن کر ناک چڑھانا

تعریف سے کھل جاتے ہیں نادان فی الفور
داناؤں کے لیکن نہیں ہرگز یہ طور
ہوتے ہیں بہت وہ مدح سن کر ناخوش
مقصود یہ ہے کہ ہو ستایش کچھ اور

۸۳ - حسنِ ظن اصل حال نہیں کھلنے دیتا

صوفی کو کسی نے آزمایا ہی نہیں
نیکی میں شک اس کی کوئی لایا ہی نہیں
ہو سکۂ رائج میں بھی شاید کچھ کھوٹ
پر اس کو کسی نے یاں تپایا ہی نہیں

۸۴ - دینداروں کی برائیاں دین کو عیب لگاتی ہیں

پاتے ہیں زبوں جو حالِ اہلِ اسلام
اسلام پہ طعنہ زن ہیں اقوام تمام
بد پرہیزی سے بگڑے اپنی بیمار
اور مفت میں ہو گیا مسیحا بدنام

۸۵ - فکرِ عقبیٰ

منزل ہے بعید باندھ لو زاد سفر
مواج ہے بحر رکھّو کشتی کی خبر

گاہک چوکس ہے لے چلو مال کھرا
ہلکا کرو بوجھ ہے کٹھن راہ‌گزر

۸۶ - انسان کی حقیقت

ممکن ہے کہ ہوجائے فرشتہ انساں
ممکن ہے بدی کا نہ رہے اس میں نشاں
ممکن تو ہے سب کچھ پہ حقیقت یہ ہے
انساں ہے اب تک وہی قرن الشیطان

۸۷ - سلاطین کا عشق

ہرچند برا ہے عشق کا سب کے مآل
پر حق میں ہے شاہوں کے خصوصاً بدفال
سلطاں ہے اگر ظل الٰہی تو عشق
ہے ظل الٰہی کے لیے وقتِ زوال

۸۸ - وقت کی مساعدت

اے وقت بگاڑ کا ہے سب کے چارا
پر تجھ سے بگڑنے کا نہیں ہے یارا
ہوجائے گر ایک تو ہمارا ساتھی
پھر غم نہیں پھر جائے زمانہ سارا

۸۹ - بڑھاپے میں موت کے لیے تیار رہنا چاہیے

کی طاعت نفس میں بہت عمر بسر
انجام کی رکھی نہ جوانی میں خبر
کیفیتِ شب اٹھا چکے اب حالی
مجلس کرو برخاست ہوا وقتِ سحر

۹۰ - دولت میں ثابت قدم رہنا بہت مشکل ہے

ڈر ہے کہ پڑے نہ ہاتھ دل سے دھونا
زردار ذرا سوچ سمجھ کر ہونا

جس طرح کہ سونے کی کسوٹی ہے محک[1]
ہے جوہر انسان کی کسوٹی سونا

۹۱ - حد سے زیادہ غصہ قابلِ عفو ہے

غصے پہ کسی کے غصہ آتا ہے وہیں
جب تک کہ رہے وہ عقل و دانش کے قریں
آپے سے جب اپنے ہو گیا تُو باہر
پھر کس سے ہوں آزردہ کہ تُو ہی نہیں

۹۲ - سفہا کی مدح و ذم

کرتے ہیں سفیہ اگر مذمت تیری
کر شکر کہ ثابت ہوئی عصمت تیری
پر مدح کریں وہ گر ، نصیبِ اعدا
رکھ یاد کہ اچھی نہیں حالت تیری

۹۳ - مرضِ پیری لاعلاج ہے

اب ضعف کے پنجے سے نکلنا معلوم
پیری کا جوانی سے بدلنا معلوم
کھوئی ہے وہ چیز جس کا پانا ہے محال
آتا ہے وہ وقت جس کا ٹلنا معلوم

۹۴ - اسراف

مسرف نہ بس اپنے حق میں کانٹے بوئیں
نعمت نہ خدا کی رائگاں یوں کھوئیں
گر بخل پہ لوگ ان کے ہنسیں بہتر ہے
اس سے کہ فضولیوں پہ اُن کی روئیں

---

۱ - رباعیات حالی (صفحہ ۹۵) میں سہو کتابت سے مہک (بجائے محک) چھپا ہے - (مرتب)

۹۵ - ردِّ سوال

یہ سچ ہے کہ مانگنا خطا ہے ، نہ صواب
زیبا نہیں سائل پہ مگر قہر و عتاب
بدتر ہے ہزار بار اے دوں ہمت !
سائل کے سوال سے ترا تلخ جواب

۹۶ - کھانا بغیر بھوک کے مزا نہیں دیتا

کھانے تو بہت میسر آئے ہیں ہمیں
جو دیکھ کے چکھ کے دل سے بھائے ہیں ہمیں
پر سب سے لذیذ تھے وہ کھانے اے بھوک!
جو تو نے کبھی کبھی کھلائے ہیں ہمیں

۹۷ - علم و عمل کا سرمایہ مال و دولت سے بہتر ہے

چھوڑو کہیں جلد مال و دولت کا خیال
مہمان کوئی دن کے ہیں دولت ہو کہ مال
سرمایہ کرو وہ جمع جس کو نہ کبھی
اندیشۂ فوت ہو ، نہ ہو خوفِ زوال

۹۸ - اچھوں کو برا سننے میں بھی مزہ آتا ہے

رکھتے نہیں وہ مدح و ثنا کی پروا
جو کرکے بھلا ، خلق سے سنتے ہیں برا
ان گالیوں کا ہے جن کو چسکا **حالی**
آتا نہیں ان کو کچھ دعاؤں میں مزا

۹۹ - شکریۂ مدحِ کلامِ راقم

جوشِ خم بادہ ، جام خالی میں ہوا
پھر ولولہ پیدا دلِ **حالی** میں ہوا

تسلیم[1] نے کچھ اس طرح سے دی داد سخن
مجھ کو بھی شک اپنی بے کمالی میں ہوا

۱۰۰ - قیام جے پور

دل کہتا ہے حالی سے کہ پچھتائیے گا
جے پور میں ٹھہرنے کی جو ٹھہرائیے گا
جس طرح کہ غربت میں وطن کی ہے یاد
غربت کو وطن میں یاد فرمائیے گا[2]

۱۰۱ - احسان بے منت

احساں کے ہے گر صلے کی خواہش تم کو
تو اس سے یہ بہتر ہے کہ احساں نہ کرو
کرتے ہو گر احسان تو کر دو اسے عام
اتنا کہ جہاں میں کوئی ممنون نہ ہو

۱۰۲ - قانون بداخلاقی سے مانع نہیں ہوتے

قانون ہیں بیشتر یقیناً بے کار
حاشا کہ ہو ان پہ نظم عالم کا مدار
جو نیک ہیں ان کو نہیں حاجت ان کی
اور بد نہیں بنتے نیک ان سے زنہار

---

۱ - ''مولوی سلیم الدین مرحوم نارنولی ، مقیم جے پور متخلص بہ تسلیم نے چند قطعے اردو اور فارسی کے راقم کے کلام کی ستائش میں اس وقت بھیجے تھے جب کہ مدت سے فکر شعر کا اتفاق نہیں ہوا تھا - ان قطعوں کے جواب میں یہ رباعی لکھی گئی تھی'' - (حالی)

۲ - یہ رباعی دیوان حالی ، رباعیات حالی یا اور کسی مجموعے میں شایع نہیں ہوئی - حالی نے یہ رباعی اس وقت کہی تھی جب کہ وہ بہ زمانۂ قیام جے پور، مولوی سلیم الدین نارنولی ، المتخلص بہ تسلیم کے یہاں ان کی ادبی صحبتوں میں شریک ہوئے تھے اور قاضی فرزند علی فقیر کے مکان پر فروکش تھے - (بحوالۂ تذکرۂ شعرائے جے پور - مصنفہ احترام الدین احمد شاغل ، صفحہ ۱۴۸) - (مرتب)

۱۰۳ - مخالفت کا جواب خاموشی سے بہتر نہیں

حق بول کے اہل شر سے اڑنا نہ کہیں
بھڑکے گی مدافعت سے اور آتش کیں
گر چاہتے ہو کہ چپ رہیں اہل خلاف
جز ترک جواب کوئی تدبیر نہیں

۱۰۴ - ٹیکس

واعظ نے کہا کہ وقت سب جاتے ہیں ٹل
اک وقت سے اپنے نہیں ٹلتی تو اجل[1]
کی عرض یہ اک سیٹھ نے اٹھ کر کہ حضور
ہے ٹیکس کا وقت بھی اسی طرح اٹل

۱۰۵ - انسان اپنے عیب اپنے سے بھی چھپاتا ہے

جیسا نظر آتا ہوں نہ ایسا ہوں میں
اور جیسا سمجھتا ہوں نہ ویسا ہوں میں
اپنے سے بھی عیب ہوں چھپاتا اپنے
بس مجھ کو ہی معلوم ہے جیسا ہوں میں

۱۰۶ - بڑھاپے میں عاشقی کا دم بھرنا

آہیں پیری میں شیخ! بھرتے نہیں یوں
دل دیتے ہیں پر جی سے گزرتے نہیں یوں
تھے تم تو ہر اک قید سے آزاد سدا
جو جیتے ہیں اس طرح وہ مرتے نہیں یوں

۱۰۷ - واعظوں کی سخت کلامی

اک گبر نے پوچھے جو اصول اسلام
واعظ نے درشتی سے کیا اس سے کلام

---

۱ - دیوان حالی (طبع سوم صفحہ ۱۳۲) میں یہ مصرع یوں درج ہے :
اک وقت سے اپنے تو نہیں ٹلتی اجل (مرتب)

بولا کہ حضور مقتدا ہوں جس کے
ایسی ملت اور ایسے مذہب کو سلام

۱۰۸ - نواب وقارالامرا اقبال‌الدولہ بہادر کی شان میں

توفیق نے اس کی چھوڑ دی ہمراہی
اقبال پہ جس نے فتح یابی چاہی
حالی لے جائے کون بازی ان سے
ہے جن کی رگوں میں خون آصف جاہی[1]

★ ★ ★

[1] ''یہ رباعی ۱۳۰۹ھ میں جب کہ راقم حیدرآباد میں مقیم تھا اور نواب وقارالملک بمبئی سے پولو میں بازی جیت کر آئے تھے، لکھی تھی - مگر ان کی خدمت میں بھیجی نہیں گئی - خون آصف جاہی میں اس بات کا اشارہ ہے کہ حضور سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں اور اقبال کے لفظ میں ان کے خطاب کی طرف اشارہ ہے'' - (حالی)

دور سوم : ۱۸۹۳ء تا ۱۹۱۴ء

۱۰۹ - توحید

ہستی تری گو نہیں ہے محتاجِ دلیل
صبرِ دلِ مضطر کی مگر کیا ہے سبیل
یہ طبعِ خسیس مطمئن ہو کیوں کر
بے دیکھے ہوا نہ مطمئن جب کہ خلیل[1]

۱۱۰ - ایضاً

اے عقل کی فہم کی رسائی سے دور
ادراک سے اوجھل تو نظر سے مستور
یہ حسرت دید دل میں قائم رکھیو
بس یاس کی ظلمت میں یہی ہے اک نور

۱۱۱ - ایضاً

سقراط منادی میں تری کام آیا
سر تیرے لیے حسین نے کٹوایا
مر کر کوئی پائے یا سر کٹوا کر
پایا تجھے جس نے اُس نے سب کچھ پایا

[1] رباعیات حالی (صفحہ ۱۲۰) میں یہ مصرع غیر موزوں صورت میں یوں درج ہوا ہے :
بے دیکھے نہ ہوا مطمئن جب کہ خلیل ... (مرتب)